Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

Modernism and Feminist Movements: An Islamic Analysis

جدیدیت اور نسوانی تحریکیں(Feminism):ایک اسلامی تجزیہ

Authors Details

1. **Noreen Gul**
   PhD Scholar Department of Islamic Studies University of Engineering and Technology, Lahore, Pakistan.
   Email: **noreengul123@gmail.com**
2. **Ahmad Huzaifah** (Corresponding Author)
   PhD Scholar Department of Islamic Studies University of Engineering and Technology, Lahore, Pakistan.
   Email: **ahmadhuzaifah@gmail.com**
3. **Dr. Tanvir Qasim**
   Associate Professor Department of Islamic Studies University of Engineering and Technology, Lahore, Pakistan.

Citation

Gul, Noreen, Ahmad Huzaifah, and Tanvir Qasim. Modernism and Feminist Movements: An Islamic Analysis. " *Al-Marjān Research Journal* 4, no.1, Jan-Mar (2026): 73– 95.

Submission Timeline

Received: Dec 08, 2025
Revised: Dec 22, 2025
Accepted: Jan 01, 2025
Published Online: Jan 10, 2026

Publication & Ethics Statement

Article QR

Published by *Al-Marjān Research Center*, Lahore, Pakistan.

© The Authors. No conflict of interest declared.
This is an open access article distributed under the terms of the **Creative Commons Attribution 4.0 International License (CC BY 4.0).**

ASIAN DIGITAL LIBRARY | INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL | ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE | HJRS HEC Journal Recognition System | DRJI Directory of Research Journal Indexing

Modernism and Feminist Movements: An Islamic Analysis

جدیدیت اور نسوانی تحریکیں(Feminism):ایک اسلامی تجزیہ

☆نورین گل　　☆احمد حذیفہ　　☆ڈاکٹر تنویر قاسم

Abstract

This study examines Modernism and Feminism from an Islamic perspective, focusing on their intellectual foundations and socio-cultural impact. Modernism, shaped by the Renaissance and Enlightenment, emphasized human reason, materialism, and individual autonomy over divine authority, thereby laying the groundwork for secular and feminist ideologies. Feminist movements, while advancing critical rights such as education, suffrage, and economic participation, often promote principles that conflict with Islamic teachings by advocating absolute equality and unbounded autonomy, challenging women's natural, familial, and ethical roles. The research traces the historical evolution of Feminism through its four waves and highlights socio-economic and cultural factors, including the Industrial Revolution, that facilitated its rise in the West. Contrasting Western feminist thought with the Islamic conception of womanhood, this study underscores that Islam upholds dignity, moral responsibility, familial complementarity, and spiritual fulfillment. The Islamic framework provides a balanced model of freedom and honor, preserving ethical and spiritual boundaries while ensuring women's rights, offering a coherent alternative to secular feminist paradigms.

Keywords: Modernism, Feminism, Islamic Perspective, Gender Equality, Women's Rights, Secularism, Family Structure, Islamic Ethics, Western Thought, Social Transformation.

تعارفِ موضوع

گزشتہ دو صدیوں میں دنیا نے فکری، سائنسی اور معاشرتی سطح پر گہرے تغیرات دیکھے ہیں۔ نشاۃِ ثانیہ (Renaissance)، سائنسی انقلاب، اور Enlightenment کے بعد مغرب میں ایک ایسی فکری تحریک ابھری جس نے مذہب، اخلاقیات اور انسانی تعلقات کے تمام تصورات کو ازسرِ نو متعین کرنے کی کوشش کی۔ اس تحریک کو جدیدیت (Modernism) کہا جاتا ہے، جو عقل، تجربے اور مادیت کو مطلق اتھارٹی کے طور پر پیش کرتی ہے۔ چنانچہ مذہب کو نجی معاملہ اور انسان کو خود مختار قرار دیا گیا۔ اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ تحریک دراصل وحی کی بالادستی کے مقابل عقلِ مطلق کی حاکمیت کا اعلان تھی، جس کے نتیجے میں انسان اپنے خالق سے کٹ کر محض مادی وجود بن گیا۔

اسی فکری پس منظر میں نسوانی تحریکیں (Feminist Movements) سامنے آئیں جنہوں نے عورت کو مرد کے "برابر" کرنے کے نام پر اس کے فطری اور خاندانی کردار کو مسخ کر دیا۔ اگرچہ ان تحریکوں نے عورت کے بعض حقیقی حقوق (مثلاً تعلیم، ووٹ، اور معاشی شرکت) کے حصول

☆ پی ایچ ڈی سکالر شعبہ اسلامیات یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور، پاکستان۔
☆ پی ایچ ڈی سکالر شعبہ اسلامیات یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور، پاکستان۔
☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور، پاکستان۔

کے لیے جدوجہد کی، لیکن ان کا نظریاتی و فکری رخ اسلامی تعلیمات سے متصادم تھا، کیونکہ یہ تحریکیں خدائی اصولوں کے بجائے انسانی خواہشات پر مبنی مساوات کی داعی بن گئیں۔

اس تحقیق کا بنیادی مقصد جدیدیت اور نسوانیت کی فکری بنیادوں کو واضح کرنا اور ان کا اسلامی تصورِ عورت، اخلاقیات اور معاشرت سے تقابل پیش کرنا ہے۔ یہ مطالعہ درج ذیل سوالات کے گرد گھومتا ہے:

* جدیدیت نے مذہب اور اخلاقیات کے حوالے سے انسانی فکر کو کس حد تک متاثر کیا؟
* نسوانی تحریکوں کی فکری بنیادیں کیا ہیں اور ان کے محرکات کیا تھے؟
* کیا فیمینزم اسلام کے تصورِ عورت سے مطابقت رکھتا ہے یا اس کے منافی ہے؟
* مغربی فیمینزم کے اثرات مسلم معاشروں پر کس حد تک نمایاں ہو چکے ہیں؟
* اسلامی مفکرین جدیدیت اور فیمینزم کو کن زاویوں سے دیکھتے ہیں؟

یہ تحقیق محض ردّ یا تنقید کی نوعیت نہیں رکھتی بلکہ ایک علمی و تجزیاتی کاوش ہے جو اسلامی اور مغربی بیانیے کے درمیان فکری تقابل کو علمی دلائل کی بنیاد پر سامنے لاتی ہے۔

جدید فکری رجحانات کا مجموعی جائزہ

جدید دور میں مغربی فکر نے جس سمت میں ترقی کی، وہ دراصل خدائی مرکزیت (Theocentric worldview) سے انسانی مرکزیت (Anthropocentric worldview) کی طرف منتقلی تھی۔ Enlightenment مفکرین جیسے ایمانوئل کانٹ (Immanuel Kant) اور رینی ڈیکارٹ (René Descartes) نے عقل کو وحی پر فوقیت دی، اور انسان کو اخلاقی قانون کا خود خالق قرار دیا۔ کانٹ نے کہا:

"Man is the legislator of his own moral law."[1]

یہ وہ تصور تھا جس نے مذہب اور اخلاقیات کے درمیان ربط کو توڑ کر رکھ دیا۔

اسی دور میں اگست کومٹ (Auguste Comte) نے اثباتیت (Positivism) کا فلسفہ پیش کیا، جس کے مطابق صرف وہی علم معتبر ہے جو تجربہ اور مشاہدہ پر مبنی ہو۔ مذہب، وحی، یا روحانیت اس دائرے سے خارج قرار دیے گئے۔

نتیجتاً مغربی تہذیب نے مادیت، لذت پرستی، اور اخلاقی خود مختاری کو ترقی کا معیار سمجھ لیا۔ یہی رجحانات آگے چل کر لبرل ازم، سیکولر ازم، اور فیمینزم جیسے نظریات کی فکری بنیاد بنے۔

اسلامی زاویۂ نگاہ سے یہ فکری ارتقاء دراصل وحی کی مرکزیت سے انحراف اور انسانی نفس کی مرکزیت کا ظہور ہے، جو تمام جدید تحریکات، خصوصاً فیمینزم، کا فکری ماخذ ہے۔ فیمینزم اسی جدید فکری سانچے میں پروان چڑھی، جس نے عورت کے فطری منصب کو "مرد کے مساوی" بنانے کے بجائے "مرد کے مقابل" لا کھڑا کیا۔

اسلام کے نزدیک عورت اور مرد کی تخلیق، ذمہ داریاں اور مقامِ تکمیل (Complementarity) پر مبنی ہیں، نہ کہ مقابلے (Competition) پر۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ[2]

[1] Kant, Immanuel. *Groundwork of the Metaphysics of Morals*. Cambridge University Press, 1785.
[2] Qur'an, Al-Nisa 4:32

"اور اس چیز کی تمنا نہ کرو جس میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے"

یہ آیت اس بات کا اعلان ہے کہ اسلام مساواتِ حقوق کا قائل ہے، مگر صنفی مساوات بمعنیِ یکسانیت کا نہیں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے عورت کی عظمت اس کی حیا، عفت، اور خاندانی کردار میں مضمر ہے، جب کہ جدید فیمینزم ان قدروں کو "قید" قرار دیتا ہے۔ اس فکری تضاد نے آج کے دور میں مسلم معاشروں میں فکری انتشار پیدا کر دیا ہے، جہاں ایک طرف مغربی فیمینزم "خواتین کے حقوق" کے نام پر پیش ہو رہا ہے، تو دوسری طرف اسلامی اصولوں کو "قدامت پسندی" کہہ کر رد کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا، اس تحقیق کی بنیاد اسی سوال پر ہے کہ:

- کیا اسلام عورت کی آزادی اور عزت کے لیے کوئی متبادل فکری ماڈل پیش کرتا ہے؟

جدیدیت(Modernism)کا تاریخی و فکری پس منظر

نشاۃِ ثانیہ(Renaissance)اور یورپی فکری بیداری

یورپ میں نشاۃِ ثانیہ (Renaissance) چودھویں سے سولھویں صدی عیسوی کے دوران ایک ہمہ گیر فکری و تہذیبی تحریک کے طور پر سامنے آئی۔ یہ دور دراصل مذہبی بالادستی، جاگیردارانہ نظام اور کلیسائی اقتدار کے خلاف فکری بغاوت کا زمانہ تھا۔ اس تحریک نے انسان، عقل اور تجربہ کو مرکزِ توجہ بنا کر "خدائی نظام" کے مقابل "انسانی نظام" کی بنیاد رکھی۔ نشاۃِ ثانیہ کے مفکرین جیسے پترارک (Petrarch)، ماکیاویلی (Machiavelli)، اور ایراسمس (Erasmus) نے انسانی تجربے اور فکری آزادی کو مقدس قرار دیتے ہوئے مذہبی مطلقیت (Religious Absolutism) کو چیلنج کیا۔ ماکیاویلی نے اپنی مشہور تصنیف The Prince میں لکھا کہ:

> *'Religion should serve the interests of the state, not the other way around[3]".*
>
> یہ جملہ یورپی سیاسی فکر میں ایک انقلاب کی حیثیت رکھتا تھا کیونکہ اس نے الٰہی قانون (Divine Law) کے مقابل انسانی قانون (Human Law) کو برتر قرار دیا۔

اسی زمانے میں ہنری آٹھویں (Henry VIII) نے کلیسا سے علیحدگی اختیار کی، اور ریفارمیشن (Reformation) کے نام سے مذہبی تحریک اٹھی جس نے کلیسائی اقتدار کو توڑ کر مذہب کو ذاتی معاملہ قرار دے دیا۔ نتیجتاً عیسائی الٰہیات (Christian Theology) کے بجائے انسانی فلسفہ و تجربہ کو علم کا محور تسلیم کیا گیا۔ فکری سطح پر نشاۃِ ثانیہ نے انسان کو کائنات کے مرکز میں لا کھڑا کیا، اور یوں "ہیومنزم" (Humanism) کا ظہور ہوا ایک ایسا نظریہ جو کہتا ہے کہ "انسان اپنی تقدیر کا خود خالق ہے"۔

جیسا کہ ماہرِ عمرانیات Jacob Burckhardt نے لکھا:

> *[4] "Renaissance was the discovery of man and of the world"*

یہی انسان پرستی (Humanism) آگے چل کر عقل پرستی (Rationalism)، سائنس پرستی (Scientism)، اور مادہ پرستی (Materialism) کی بنیاد بنی جو جدیدیت کے بنیادی اجزاء ہیں۔ اسلامی زاویۂ نظر سے دیکھا جائے تو نشاۃِ ثانیہ کے نام پر یہ فکری بیداری دراصل روحانی زوال کی علامت تھی، کیونکہ اس نے وحی کے بجائے عقل کو حاکم بنا دیا۔

---

[3] Machiavelli, Niccolò. *The Prince*. Translated by George Bull. London: Penguin Books, 1532

[4] Burckhardt, Jacob. *The Civilization of the Renaissance in Italy*. New York: Modern Library, 1860

مذہب سے آزادی اور انسانی عقل کو مرکز بنانا

نشاۃِ ثانیہ کے بعد جب عصرِ روشن خیالی (Age of Enlightenment) آیا، تو انسان نے عقل کو مطلق اتھارٹی تسلیم کر لیا۔ سترھویں اور اٹھارویں صدی کے مفکرین رینی ڈیکارٹ(René Descartes)، ایمانوئل کانٹ(Immanuel Kant)، ڈیوڈ ہیوم (David Hume)،اور ولٹئیر (Voltaire) نے مذہب کے مابعد الطبیعیاتی (Metaphysical) تصورات کو ردّ کرتے ہوئے کہا کہ سچائی صرف وہی ہے جو عقل و تجربہ سے ثابت ہو۔ڈیکارٹ نے کہا:

"Cogito, ergo sum" "I think, therefore I am."[5]

یہ جملہ جدید مغربی فکر کا سنگِ بنیاد بن گیا۔ اس نظریے نے خدا کی بجائے عقلِ انسانی کو وجود اور علم کی بنیاد قرار دیا۔ چنانچہ انسانی فکر وحی سے آزاد ہو گئی، اور انسان خود ہی حق، خیر، اور عدل کا معیار بن بیٹھا۔ ایمانوئل کانٹ نے مذہب کو اخلاقیات سے علیحدہ کرتے ہوئے کہا کہ:

"Man is the lawgiver of his own morality."[6]

یہ تصور دراصل سیکولر اخلاقیات (Secular Ethics) کی ابتدا تھی، جس نے دینی اصولوں کے بجائے ضمیرِ انسانی (Human Conscience) کو اخلاقی معیار تسلیم کیا۔ اسی فکر نے آگے چل کر لبرل ازم، ڈیموکریسی، سیکولرازم اور فیمینزم جیسی تحریکوں کو جنم دیا۔ اسلامی تناظر میں دیکھا جائے تو یہ فکری تبدیلی انسان کو اس کے خالق سے کاٹ کر روحانی جمود اور اخلاقی زوال کی راہ پر لے گئی۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ[7]

"کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنالیا؟"

یہی آیت جدید مغربی فکر کی حقیقت بیان کرتی ہے کہ جب انسان اپنی عقل اور خواہش کو معیارِ حق بنالیتا ہے تو وہ خدائی ہدایت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اسلامی مفکرین مثلاً سید قطبؒ نے کہا کہ جدید مغربی تہذیب دراصل "جہالت جدیدہ (Modern Jahiliyyah) "ہے، کیونکہ اس نے ربّانی قانون کو مسترد کر کے انسان کو حاکمِ اعلیٰ بنا دیا۔

"The modern world lives in a new Jahiliyyah where man, not God, claims sovereignty."8

یوں جدیدیت نے مذہب سے آزادی کے نام پر انسان کو خدا کی جگہ پر لا بٹھایا، جو دراصل انسانی بغاوت کی انتہا ہے۔

جدیدیت کے بنیادی نظریات: عقلیت، مادیت، فردیت اور خود مختاری

جدیدیت(Modernism) محض ایک علمی یا سائنسی تبدیلی کا نام نہیں بلکہ ایک جامع فکری و تہذیبی فلسفہ ہے جس نے انسان، کائنات، علم، اور اخلاق کے پورے تصور کو بدل دیا۔ اس کی بنیاد چند ایسے بنیادی نظریات پر ہے جو اسلامی تصورِ حیات سے براہِ راست متصادم ہیں۔

[5] Descartes, René. *Discourse on the Method*. London: Penguin Classics, 1637
[6] Kant, Immanuel. *Critique of Practical Reason*. Cambridge: Cambridge University Press, 1788
[7] Qur'an, Al-Jathiyah 45:23
[8] Qutb, Sayyid. *Milestones*. Cairo: Dar al-Shuruq, 1964

یہ نظریات درج ذیل ہیں:

عقلیت(Rationalism):عقل کو مطلق معیار بنانا

جدید مغربی فکر کا پہلا اور بنیادی اصول عقل کی مطلق بالادستی(Supremacy of Reason)ہے۔نشاۃ ثانیہ اور عصرِروشن خیالی کے مفکرین نے وحی کو علم کا ذریعہ ماننے سے انکار کیا اور کہا کہ انسان صرف اپنی عقل و تجربے سے سچائی تک پہنچ سکتا ہے۔رینی ڈیکارٹ (René Descartes)نے کہا:

> *"Reason is the only path to truth; all that cannot be proved rationally must be doubted[9]".*

> یہ نظریہ وحی، الہام اور روحانی تجربے کو غیر علمی (Irrational) قرار دیتا ہے۔ نتیجتاً مذہب اور سائنس کے درمیان خلیج پیدا ہوئی، اور انسانی علم کی بنیاد محض تجرباتی عقلیت(Empirical Rationality)پر رکھی گئی۔

اسلامی زاویے سے عقل ایک عظیم نعمت ہے مگر وحی کے تابع ہے، نہ کہ اس کی حاکم۔ قرآن میں عقل کو استعمال کرنے کی تاکید ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ ہدایتِ الٰہی کے تابع ہو:

> إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ[10]
>
> "نصیحت تو وہی قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔"

مادیت :(Materialism) حقیقت کو مادے تک محدود کردینا

جدیدیت کا دوسرا بنیادی اصول مادیت (Materialism) ہے۔ یہ نظریہ کہتا ہے کہ کائنات میں ہر شے مادی اصولوں کے تحت چلتی ہے، اور کوئی غیر مادی یا روحانی حقیقت (Metaphysical Reality) موجود نہیں۔ یہ تصور سائنس کے فروغ کے ساتھ مزید مضبوط ہوا۔ کارل مارکس نے مادیت کو سماجی سطح پر یوں بیان کیا:

> *"It is not the consciousness of men that determines their being, but their social being that determines their consciousness."11*

> یہ نظریہ انسان کو ایک مادی وجود سمجھتا ہے، جس کا مقصد صرف معاشی پیداوار اور لذتِ دنیاوی ہے۔ اس کے نتیجے میں روح، آخرت، عبادت اور اخلاق جیسے تصورات کو غیر حقیقی قرار دیا گیا۔ اسلامی تعلیمات میں مادیت کو فریبِ دنیا کہا گیا ہے۔

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

> وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ[12]
>
> " دنیا کی زندگی تو بس ایک دھوکے کا سامان ہے۔ "

فردیت :(Individualism) انسان کو خود مقصد بنانا

جدیدیت کے تیسرے نظریے کے مطابق انسان خود اپنی زندگی کا مرکز اور مقصد ہے۔ اسے کسی خدائی نظم یا اجتماعی ذمہ داری کے تابع نہیں ہونا چاہیے۔ فلسفی جان لاک (John Locke) اور ژاں ژاک روسو (Jean-Jacques Rousseau) نے یہ نظریہ دیا کہ انسان کو ہر قسم کے موروثی، مذہبی یا سماجی بندھن سے آزاد ہونا چاہیے۔

---

9 Descartes, René. *Meditations on First Philosophy*. Cambridge: Cambridge University Press, 1641
10 Qur'an, Al-Zumar 39:9
11 Marx, Karl. *A Contribution to the Critique of Political Economy*. Moscow: Progress Publishers, 1859
12 Qur'an, Al-Hadid 57:20

روسو نے لکھا:

"Man is born free, and everywhere he is in chains."[13]

یہی نظریہ آگے چل کر فردی آزادی(Personal Freedom)، انسانی حقوق (Human Rights) اور خود اختیاری (Autonomy) کے فلسفوں میں ڈھل گیا۔لیکن اس آزادی نے انسان کو خالق، خاندان، اور اخلاقی حدود سے آزاد کر دیا، نتیجتاً خود غرضی اور انانیت کو فروغ ملا۔اسلام میں فرد اہم ضرور ہے مگر اجتماع اور بندگیِ الٰہی سے الگ نہیں۔ قرآن کہتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ[14]

"میں نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔"

یعنی انسان کی اصل آزادی اطاعتِ الٰہی میں ہے، نہ کہ خواہشات کی پیروی میں۔

خود مختاری(Autonomy):اخلاقی و وجودی خود قانونی

فردیت کا منطقی نتیجہ خود مختاری(Autonomy) ہے یعنی انسان کسی خارجی اتھارٹی (خدا، مذہب، یا معاشرہ) کا پابند نہیں بلکہ اپنے لیے خود قانون بناتا ہے۔یہ نظریہ ایمانوئل کانٹ نے پیش کیا، جس کے مطابق انسان "moral lawgiver" ہے۔

"Autonomy of the will is the supreme principle of morality[15]*".*

یہ نظریہ جدید اخلاقی فلسفے کی بنیاد ہے جس میں انسان اپنی عقل کی روشنی میں یہ طے کرتا ہے کہ کیا درست ہے اور کیا غلط۔اسی فکر سے آگے چل کر فیمینزم(Feminism) نے بھی عورت کی "اخلاقی و وجودی خود مختاری" کو مرکزی اصول بنایا۔اسلامی تناظر میں یہ تصور ربوبیتِ انسانی کے مترادف ہے، جو شرکِ فکری کی ایک صورت بن جاتا ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا:**أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ**[16] کیا ان کے ایسے شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے وہ دین مقرر کیا جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی؟ اسلام میں قانون اور اخلاق کا منبع اللہ کی وحی ہے، نہ کہ انسانی خواہش یا عقل۔جدیدیت کے یہ چار اصول عقلیت، مادیت، فردیت، اور خود مختاری بظاہر علم و ترقی کے مظاہر ہیں مگر درحقیقت یہ وحی سے بغاوت اور روحانی خلا کی علامت ہیں۔یہی فلسفہ آگے چل کر سیکولرزم، لبرل ازم، اور فیمینزم کی فکری بنیاد بنا، جنھوں نے انسان کو خالق کی اطاعت سے آزاد کر کے خواہش کا غلام بنا دیا۔اسلام کے نزدیک اصل علم و آزادی اللہ کی بندگی میں ہے، نہ کہ انسان کی خود مختاری میں۔

جدیدیت کے اثرات: مذہب، اخلاقیات اور معاشرت پر

جدیدیت نے انسانی فکر کے بنیادی خدوخال میں ایسی تبدیلیاں پیدا کیں جنھوں نے وحی، ایمان، اخلاق اور معاشرتی اقدار کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔یہ تبدیلیاں بظاہر سائنسی ترقی اور عقل پرستی کے نام پر ہوئیں، مگر ان کے نتیجے میں مذہبی شعور، روحانیت، اور اخلاقی احساس کمزور پڑ گیا۔اسلامی زاویۂ نظر سے یہ تبدیلیاں انسان کی معنوی شناخت کے زوال کی علامت ہیں۔

[13] Rousseau, Jean-Jacques. *The Social Contract*. London: Penguin Classics, 1762
[14] Qur'an, Al-Dhariyat 51:56
[15] Kant, Immanuel. *Groundwork of the Metaphysics of Morals*. Cambridge: Cambridge University Press, 1785
[16] Qur'an, Al-Shura 42:21

وحی اور ایمان کی اہمیت میں کمی

جدید دور میں وحی کو علم کا ذریعہ ماننے سے انکار کیا گیا۔ عصرِ روشن خیالی (Age of Enlightenment) کے مفکرین نے عقل اور تجربے کو سچائی کا واحد معیار قرار دیا۔ نتیجتاً وحی (Revelation)، ایمان (Faith)، اور نبوت (Prophethood) جیسے تصورات کو غیر سائنسی اور غیر منطقی سمجھا جانے لگا۔

مشہور برطانوی فلسفی ڈیوڈ ہیوم (David Hume) نے مذہبی عقائد کو انسانی تخیل کا نتیجہ قرار دیا۔ وہ لکھتا ہے:

"Religion is nothing but a product of human imagination, born of fear and ignorance."[17]

اسی طرح آگسٹ کومٹے (Auguste Comte) نے "قانونِ ارتقاے علم" (Law of Three Stages) میں مذہب کو انسانی ذہن کی ابتدائی اور غیر ترقی یافتہ حالت قرار دیا۔

"The theological stage represents the childhood of humanity, destined to be replaced by positive science."[18]

ان افکار کے زیرِ اثر مذہب کو علمی، عقلی، اور سائنسی ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھا جانے لگا۔ چنانچہ مغرب میں وحی کی جگہ عقل، ایمان کی جگہ تجربہ، اور الہام کی جگہ مشاہدہ نے لے لی۔ اسلامی زاویے سے یہ رویہ انسان کی فطری ہدایت کے خلاف ہے۔ قرآن مجید نے بارہا اس بات پر زور دیا ہے کہ عقل و علم، وحی کے تابع ہیں، نہ کہ اس کے متبادل:

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ[19]

" جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا، وہ اس سے ہر گز قبول نہ کیا جائے گا۔ "

مغربی معاشرت میں مذہبی اقدار کا زوال

جدیدیت نے صرف مذہب کی فکری بنیادوں کو نہیں بلکہ مذہبی معاشرت اور اخلاقی ڈھانچے کو بھی متاثر کیا۔ مغربی معاشرہ، جو کبھی کلیسائی مذہبیت پر قائم تھا، رفتہ رفتہ سیکولرازم (Secularism) کی طرف بڑھا، جس نے مذہب کو ذاتی زندگی تک محدود کر دیا۔ چارلس ٹیلر (Charles Taylor) اپنی مشہور تصنیف A Secular Age میں لکھتا ہے:

"We live in an age where belief in God is no longer axiomatic. Faith has become one option among many."[20]

یعنی اب خدا پر ایمان کوئی مسلم حقیقت نہیں بلکہ ایک "اختیار" بن چکا ہے۔ یہی جدید انسان کا المیہ ہے کہ وہ ایمان کو ثقافتی انتخاب اور اخلاق کو نسبتی قدر (Relative Value) سمجھتا ہے۔

اس تبدیلی کے نتیجے میں مغربی معاشرت میں:

زنا، ہم جنس پرستی، خاندانی بکھراؤ اور اخلاقی انارکی عام ہو گئی؛ مذہبی ادارے کمزور اور خاندان غیر مؤثر ہو گیا؛ اور اخلاقیات کا معیار مفاد، لذت اور آزادی بن گیا۔ اسلامی تعلیمات میں مذہب صرف عبادت نہیں بلکہ زندگی کا مکمل نظام ہے، جو اخلاق، سیاست، معیشت، اور معاشرت سب کو مربوط کرتا ہے۔

---

17 Hume, David. *The Natural History of Religion*. London: John Noon, 1757
18 Comte, Auguste. *Cours de Philosophie Positive*. Paris: Bachelier, 1830
19 Qur'an, Al-Imran 3:85
20 Taylor, Charles. *A Secular Age*. Cambridge, MA: Harvard University Press, 2007

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمَن أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا[21]

" اور جو میری یاد سے منہ موڑے گا، اس کی زندگی تنگ کر دی جائے گی۔"

یہی مغربی معاشرت کا انجام ہے: ظاہری ترقی کے باوجود روحانی بے چینی، تنہائی، اور زندگی کے مقصد کا زوال۔

نسوانی تحریک (Feminism) کی ابتدا اور ارتقاء

نسوانی تحریک (Feminism) دراصل مغرب کی فکری تاریخ کی ایک ایسی شاخ ہے جو جدیدیت (Modernism) کے ساتھ ابھری اور مذہب سے آزادی کے نظریے سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ اس تحریک کا بنیادی مقصد بظاہر عورت کے "حقوق" کا تحفظ قرار دیا گیا، لیکن دراصل یہ تحریک مغربی معاشرت کے مذہب بیزار، فرد پرست، اور مادہ پرستانہ رجحانات کی عکاس تھی۔

18ویں صدی میں جب Enlightenment(دورِ روشن خیالی) نے عقل و تجربے کو وحی پر ترجیح دی، تو اس کے اثرات عورت کے مقام کے بارے میں بھی ظاہر ہونے لگے۔ Mary Wollstonecraft کی مشہور کتاب A Vindication of the Rights of Woman (1792) کو نسوانیت کی فکری بنیادوں میں پہلا باقاعدہ اظہار سمجھا جاتا ہے، جس میں اس نے مرد و عورت کی برابری کو ایک عقلی حق قرار دیا۔

> *"I do not wish them [women] to have power over men; but over themselves."*[22]

یہ نظریہ بتدریج 19ویں صدی میں سیاسی حقوق کی جدوجہد میں بدل گیا، خاص طور پر ووٹ کے حق (Suffrage) کی تحریک کے ذریعے۔ 20ویں صدی کے وسط تک پہنچتے پہنچتے، مغرب میں عورت کے کردار اور شناخت کے تمام دینی و اخلاقی پہلو پس منظر میں چلے گئے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ تحریک دراصل انسانی آزادی کے غلط مفہوم پر قائم تھی۔ قرآن عورت کو مرد کے برابر عزت اور مقام دیتا ہے، لیکن اس کی فطرت اور ذمہ داری کے لحاظ سے فرق بھی واضح کرتا ہے: وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنثَىٰ[23] "یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ اسلام مساواتِ مطلق کا نہیں بلکہ عدل و توازن کا قائل ہے۔

پہلی، دوسری، تیسری اور چوتھی لہر (Waves of Feminism)

نسوانی تحریک کو عموماً چار بڑی لہروں (Waves) میں تقسیم کیا جاتا ہے، جن میں ہر لہر نے عورت کے مسئلے کو ایک نئے زاویے سے پیش کیا۔

پہلی لہر (First Wave Feminism) 19ویں صدی تا اوائل 20ویں صدی

یہ دور زیادہ تر قانونی و سیاسی حقوق سے متعلق تھا، خصوصاً ووٹ کا حق، جائیداد رکھنے اور تعلیم حاصل کرنے کا حق۔ مغربی معاشرے میں اس تحریک نے عورت کو "آزادی" کے نام پر گھر اور خاندان سے باہر نکالا۔

اسلام نے ان تمام حقوق کو 14 صدی پہلے عطا کر دیا تھا عورت کو جائیداد کا مالک بننے، تعلیم حاصل کرنے اور عدالتی گواہی دینے کا حق دیا گیا۔ مگر مغربی تحریک نے ان حقوق کو خاندان دشمنی اور مرد دشمنی کے نعرے میں بدل دیا۔

[21] Qur'an, Ta Ha 20:124
[22] Mary Wollstonecraft, *A Vindication of the Rights of Woman*, 1792
[23] Qur'an, Al-Imran 3:36

دوسری لہر1960s–1980s (Second Wave Feminism)

یہ مرحلہ Betty Friedan کی کتاب The Feminine Mystique (1963) سے منسلک سمجھا جاتا ہے۔ اس لہر نے عورت کو صرف "گھریلو خاتون" کے کردار سے نکال کر "معاشی اور سماجی آزادی" کی طرف بلایا۔ اس دور میں جنس (Sex) اور صنف (Gender) کے فرق کو نمایاں کیا گیا اور جنسی آزادی (Sexual Liberation) کو عورت کے حق کے طور پر پیش کیا گیا۔ اسلامی نقطہ نظر سے یہ وہ مرحلہ ہے جہاں فیمینزم نے کھل کر حیا، عفت، اور ازدواجی اقدار کے خلاف بغاوت کی۔

تیسری لہر1990s–2010s (Third Wave Feminism)

اس دور میں فیمینزم نے صنفی شناخت(Gender Identity) ، نسل(Race) ، اور طبقاتی امتیاز (Class) کے مسائل کو اپنے دائرے میں شامل کیا۔ یہ دور Postmodern Feminism کا تھا، جہاں "حقیقت" اور "فطرت" کے تمام تصورات کو نسبی (Relative) قرار دے دیا گیا۔ اسلام اس تصور کو مسترد کرتا ہے، کیونکہ قرآن نے واضح کیا ہے کہ مرد اور عورت کی تخلیق ایک حکمت کے ساتھ مختلف رکھی گئی ہے "وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا[24]"

چوتھی لہر 2010s (Fourth Wave Feminism) تاحال

یہ لہر ڈیجیٹل فیمینزم یا آن لائن تحریک کے نام سے جانی جاتی ہے۔ سوشل میڈیا نے اسے عالمی سطح پر پھیلا دیا جیسے #MeToo، #TimesUp، اور #MyBodyMyChoice کی مہمات۔ اس لہر نے عورت کو مذہب، حیاء، اور حتیٰ کہ ماں ہونے کی شناخت سے بھی کاٹنے کی کوشش کی۔ یہ وہ مرحلہ ہے جس میں مغربی فیمینزم مکمل طور پر اسلام دشمن ایجنڈا اختیار کر چکا ہے عورت کو مرد کے برابر نہیں بلکہ مرد کے مقابل لا کھڑا کیا گیا ہے۔

فیمینزم کا تاریخی ارتقاء دراصل مغربی تہذیب کے دین دشمن فکری سفر کا عکاس ہے۔ جہاں اسلام عورت کو عزت، تقدس اور تحفظ دیتا ہے، وہاں فیمینزم نے اسے استعمال اور اشتہار کی شے بنا دیا۔ اسلامی نقطۂ نظر سے عورت کی اصل آزادی اطاعتِ خدا میں ہے، نہ کہ بغاوتِ فطرت میں۔

مغربی معاشرت میں نسوانیت کے اسباب

صنعتی انقلاب، معاشی محرکات اور سماجی ناہمواری

مغرب میں نسوانی تحریک کے ابھرنے کی ایک بڑی بنیاد صنعتی انقلاب (Industrial Revolution) تھی، جو 18ویں صدی کے آخر اور 19ویں صدی کے آغاز میں وقوع پذیر ہوا۔ اس انقلاب نے یورپی معاشرت کی معاشی، سماجی، اور خاندانی ساخت کو یکسر بدل دیا۔

صنعتی انقلاب سے قبل عورت کا کردار عموماً خاندانی اور گھریلو زندگی سے منسلک تھا، مگر جب صنعتوں کا جال پھیلا اور مزدور طبقے کی طلب بڑھی، تو خواتین کو کارخانوں اور فیکٹریوں میں سستی افرادی قوت کے طور پر شامل کیا گیا۔ اس طرح عورت کو گھر سے نکال کر معاشی مشینری کا ایک پرزہ بنا دیا گیا۔

> *"The Industrial Revolution brought women into the labor force, not to liberate them, but to exploit them for cheaper labor."*[25]

[24] Qur'an, Al-Rum 30:21
[25] Hartmann, Heidi, *The Unhappy Marriage of Marxism and Feminism*, 1979

ابتدائی طور پر عورتوں نے اس نئے کردار کو معاشی آزادی کے طور پر دیکھا، مگر درحقیقت یہ سرمایہ دارانہ نظام کا ایک چالاک جال تھا، جس نے عورت کو استحصال کا نیا نشانہ بنا دیا۔ کارخانوں میں کام کے طویل اوقات، کم اجرت، اور خاندانی نظام سے دوری نے عورت کے وقار اور کردار دونوں کو متاثر کیا۔

اسلامی زاویۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ تبدیلی خاندانی توازن کے ٹوٹنے کا آغاز تھی۔ قرآن کریم میں مرد کو "قوّام" یعنی گھر کا نگہبان قرار دیا گیا ہے، تاکہ عورت اپنی فطری ذمہ داری تربیتِ اولاد اور عفت و حیا کو بہتر طور پر نبھا سکے: الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ "[26] صنعتی انقلاب نے اس فطری توازن کو بگاڑ دیا۔ عورت اب گھر اور خاندان کے سکون کے بجائے پیداوار اور منافع کا حصہ بن گئی۔ اس کے نتیجے میں وہ خود کو ایک نئی معاشرتی جدوجہد میں پھنسا بیٹھی "آزادی" کے نام پر دوبارہ غلامی کی طرف لوٹ آئی، مگر اب یہ غلامی مشینوں اور نظاموں کی تھی، مردوں کی نہیں۔ *"Capitalism did not free women; it redefined their chains."*[27]

عورت کا گھریلو کردار اور اس پر تنقید

نسوانی تحریک کے فکری ابھار میں ایک اور اہم سبب عورت کے گھریلو کردار پر تنقید ہے۔ 19ویں اور 20ویں صدی کے مغربی فلسفیوں اور ادیبوں نے عورت کے ماں، بیوی، اور گھر کی نگہبان ہونے کے کردار کو "روایتی غلامی" کے مترادف قرار دیا۔ Simone de Beauvoir کی کتاب The Second Sex (1949) نے اس تنقید کو فلسفیانہ بنیاد دی۔ وہ لکھتی ہیں:

"One is not born, but rather becomes, a woman."[28]

اس جملے نے عورت کی فطرت ہی کو ایک سماجی "تعمیر (social construct) " قرار دے دیا، یعنی عورت کی نسوانیت بھی معاشرہ بناتا ہے، خدا نہیں۔ یہ نظریہ دراصل الٰہی تخلیق کے تصور کی تردید تھی۔ اس کے بعد مغربی فکری حلقوں میں مادری کردار، حیا، ازدواجی وابستگی، اور خاندانی نظام پر حملے تیز ہو گئے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے، عورت کا گھریلو کردار کسی کمتر مقام کی علامت نہیں بلکہ وقار اور ذمہ داری کی علامت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"المرأة راعية على بيت زوجها وولده، وهي مسؤولة عنهم[29]".

ترجمہ: "عورت اپنے شوہر کے گھر اور اولاد کی نگہبان ہے، اور اس سے اس بارے میں پوچھا جائے گا۔"

اسلام میں عورت کا کردار گھر تک محدود نہیں بلکہ متوازن ہے: وہ گھر کی تربیت و سکون کی محافظ بھی ہے، اور تعلیم و معاشرت میں باعزت شرکت کی حقدار بھی۔ مغربی فیمینزم نے اس توازن کو ختم کر کے عورت کو ایک مقابل، مدّمقابل اور مسابقتی عنصر میں بدل دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مغرب میں گھر ٹوٹے، خاندان بکھرے، اور عورت تنہائی کا شکار ہو گئی۔

"The home, once the center of meaning and security, became a relic in a restless civilization."[30]

صنعتی انقلاب اور سرمایہ دارانہ نظام نے مغربی عورت کو "آزادی" کے نام پر گھر سے نکالا، اور فیمینزم نے اس عمل کو نظریاتی جواز فراہم کیا۔ عورت کا وہ کردار جو اسلام میں وقار، سکون، اور توازن کا سرچشمہ تھا، مغرب میں استحصال، تنہائی اور بغاوت کی علامت بن گیا۔ اسلام عورت کو غلام نہیں بناتا، بلکہ اس کی فطرت کے عین مطابق اسے عزت و تحفظ دیتا ہے جبکہ مغربی فیمینزم نے عورت کو مرد کے مقابل لا کر دونوں کو شکست دی۔

---

26 Qur'an, Al-Nisa 4:34
27 Eisenstein, Zillah R., *Capitalist Patriarchy and the Case for Socialist Feminism*, 1979
28 de Beauvoir, Simone, *The Second Sex*, 1949
29 Muhammad ibn Ismail al-Bukhari, *Sahih al-Bukhari*, Hadith no. 5188
30 Lasch, Christopher, *The Culture of Narcissism*, 1979

فیمینزم کے نظریاتی اصول

نسوانی تحریک (Feminism) کے بنیادی نظریاتی اصول مغربی فلسفے کے انسان مرکز (Human-Centric) اور مذہب بیزار فکری ڈھانچے سے ماخوذ ہیں۔ ان اصولوں کی بنیاد مساواتِ مطلق، آزادیِ غیر محدود، اور مردانہ اقتدار کے خلاف مزاحمت پر رکھی گئی۔ اگرچہ ان تصورات کو بظاہر عورت کے "حقوق" کے دفاع کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، مگر ان کے پس منظر میں وحی، فطرت، اور اخلاقیات سے بغاوت کا ایک واضح رجحان کارفرما ہے۔

مساواتِ مردوزن(Gender Equality)

فیمینزم کا پہلا اور سب سے اہم نظریاتی اصول مساوات (Equality) ہے یعنی مرد اور عورت کو ہر میدان میں ایک جیسا درجہ اور کردار دیا جائے۔ فیمینسٹ نظریہ سازوں کے نزدیک صنفی فرق (Gender Difference) محض سماجی تشکیل (Social Construct) ہے، فطری نہیں۔ Simone de Beauvoir لکھتی ہیں:

> *"One is not born, but rather becomes, a woman."*[31]

اس تصور کے مطابق عورت اور مرد کے درمیان موجود جسمانی، نفسیاتی، اور سماجی فرق کوئی الٰہی یا فطری حقیقت نہیں بلکہ سماجی طاقت کے نظام کا نتیجہ ہیں۔ اسلام اس نظریے کو بنیادی طور پر مسترد کرتا ہے۔ قرآنِ کریم انسانوں کے درمیان وقار اور ذمہ داری میں برابری تسلیم کرتا ہے، مگر فطری فرق کو بھی تسلیم کرتا ہے: وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنثَىٰ[32] "یہ آیت واضح کرتی ہے کہ مرد اور عورت کا مقام برابر نہیں بلکہ مختلف ہے دونوں ایک دوسرے کے تکمیلی فریق (Complementary partners) ہیں، مقابل نہیں۔ اسلامی مساوات کا مفہوم "انصاف" ہے، نہ کہ "ہم شکل برابری"۔ لہٰذا فیمینزم کا مساواتی اصول دراصل فطرت کی نفی ہے، جو عورت کو اس کے اصل منصبعفت، مادری محبت، اور خاندانی استحکام سے محروم کرتا ہے۔

آزادی (Freedom) اور خودمختاری(Autonomy)

فیمینزم کا دوسرا نظریاتی اصول آزادی اور خودمختاری (Autonomy) ہے، یعنی عورت کو اپنی زندگی، جسم، اور فیصلوں پر مکمل اختیار حاصل ہو۔ یہ تصور Existentialist philosophy سے ماخوذ ہے، جس کے مطابق انسان کو کسی بھی ماورائی (Divine) اتھارٹی سے آزاد ہونا چاہیے۔John Stuart Mill نے اپنی کتاب The Subjection of Women (1869) میں لکھا:

> *"The legal subordination of one sex to the other is wrong in itself, and now one of the chief hindrances to human improvement."*[33]

یہ نظریہ عورت کی مکمل آزادی کو انسانی ترقی کی شرط قرار دیتا ہے۔ اسی بنیاد پر جدید مغربی معاشرہ "My Body, My Choice" جیسے نعروں پر قائم ہوا یعنی عورت اپنے جسم اور اعمال کی اکیلی مالک ہے۔ اسلام میں آزادی کا تصور ذمہ داری (Responsibility) کے ساتھ مشروط ہے۔ انسان آزاد ہے، لیکن خالق کے تابع۔ قرآن کہتا ہے:

"أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ[34]"

"کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا؟"

[31] de Beauvoir, Simone, *The Second Sex*, 1949
[32] Qur'an, Al-Imran 3:36
[33] Mill, *The Subjection of Women*, 1869
[34] Qur'an, Al-Jathiyah 45:23

اسلام عورت کو انتخاب کا حق دیتا ہے نکاح میں رضامندی، وراثت میں حصہ، علم حاصل کرنے اور رائے دینے کا حق مگر اس آزادی کو الٰہی حدود (Hudood Allah) کے اندر رکھتا ہے۔ فیمینزم نے انہی حدود کو غلامی قرار دے کر دراصل وحی کے نظامِ اخلاق کو چیلنج کیا۔

پیٹریارکی (Patriarchy) کے خلاف مزاحمت

فیمینزم کا تیسرا بنیادی نظریہ Patriarchy یعنی مردانہ غلبہ کے خلاف بغاوت ہے۔ فیمینسٹ مفکرین کے نزدیک انسانی تاریخ ایک مردوں کی سازش ہے، جس نے عورت کو ہمیشہ غلام اور تابع رکھا۔ Kate Millett اپنی مشہور کتاب Sexual Politics (1970) میں لکھتی ہیں:

"Patriarchy's chief institution is the family."[35]

یعنی فیمینزم کے نزدیک "خاندان" ہی وہ ادارہ ہے جو عورت کی محکومی کو جاری رکھتا ہے۔ چنانچہ فیمینزم نے مردانہ اقتدار کے خاتمے کے لیے خاندانی نظام، مذہبی قیادت، اور ازدواجی تعلقات کو ہدف بنایا۔ اسلامی نقطۂ نظر سے قوامیت (Leadership) ظلم یا غلبہ نہیں بلکہ نظم و ذمہ داری کا نام ہے۔ قرآن کہتا ہے:

"الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ"[36]

"مرد عورتوں کے نگہبان اور محافظ ہیں۔"

یہ قوامیت محبت، انفاق، اور عدل پر مبنی ہے، نہ کہ جبر پر۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "خَيْرُكُم خَيْرُكُم لِأَهْلِهِ، وَ أَنَا خَيْرُكُم لِأَهْلِهِ"[37] "تم میں بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے بہتر ہو، اور میں تم میں سب سے بہتر ہوں اپنے اہل کے ساتھ۔" چنانچہ اسلام پیٹریارکی کے ظالمانہ نظام کو نہیں بلکہ عدلِ خاندانی نظام کو قائم کرتا ہے۔ فیمینزم نے اس فرق کو نظر انداز کر کے عورت کو خاندان سے کاٹ کر معاشرتی انتشار میں مبتلا کر دیا۔

نسوانی تحریک کی فکری بنیادیں اور اسلام سے تصادم

سیکولرازم اور مذہب بیزاری

نسوانی تحریک کی فکری بنیادوں میں سے ایک نمایاں ستون سیکولرازم (Secularism) ہے، جو مذہب کو نجی دائرے تک محدود کرنے اور انسانی زندگی کے اجتماعی و معاشرتی پہلوؤں سے اس کا تعلق منقطع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ تصور مغرب میں اُس دور میں پروان چڑھا جب مذہبی اداروں خصوصاً کلیسا نے انسانی آزادی، علم اور سماجی ترقی پر پابندیاں عائد کیں۔ چنانچہ فکری ردِ عمل کے طور پر "مذہب بیزاری" (anti-religious sentiment) نے جنم لیا، جو بعد میں نسوانی تحریک کے نظریے میں شامل ہو گئی۔

فیمینزم کے ابتدائی مفکرین جیسے مری وولسٹون کرافٹ (Mary Wollstonecraft) نے عورت کی آزادی کو مذہبی روایات سے نجات کے طور پر پیش کیا۔ ان کے نزدیک مذہب عورت کو غلامی، حجاب اور ازدواجی قید میں جکڑ دیتا ہے۔ یہی نظریہ بعد میں سیمون دی بووآر (Simone de Beauvoir) اور بیٹی فریڈان (Betty Friedan) جیسے مفکرین نے آگے بڑھایا، جنہوں نے مذہبی اقدار کو عورت کی "خود مختاری" کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیا۔ اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ تصور بنیادی طور پر توحید، عبودیت اور الٰہی قانون (Shariah) کے تصور سے متصادم ہے۔ اسلام میں عورت اور مرد دونوں کو اپنی ذمہ داریوں میں خدا کے تابع مانا گیا ہے، اور کسی کو بھی مطلق خود مختاری حاصل نہیں۔ قرآنِ مجید میں واضح ارشاد ہے:

---

[35] Millett, *Sexual Politics*, 1970
[36] Qur'an, Al-Nisa 4:34
[37] Muhammad ibn Isa al-Tirmidhi, *Sunan al-Tirmidhi*, Hadith no. 3895

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ"[38]

"میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔"

یہ آیت انسانی مقصدِ وجود کو خدائی اطاعت سے جوڑتی ہے، جبکہ فیمینزم کی فکری بنیاد اس اطاعت کے انکار پر کھڑی ہے۔

عورت کو خاندان کے بجائے فرد کے طور پر پیش کرنا

فیمینزم کا دوسرا اہم نظریاتی رجحان عورت کو خاندان (family) کی وحدت سے الگ کر کے انفرادی وجود (individual entity) کے طور پر پیش کرنا ہے۔ مغربی مفکرین کے نزدیک عورت کی شناخت اُس وقت تک نامکمل ہے جب تک وہ اپنے فیصلوں اور طرزِ زندگی میں مرد یا خاندانی ڈھانچے سے آزاد نہ ہو۔

سیمون دی بووآر نے اپنی مشہور کتاب (1949) The Second Sex میں عورت کی ماں، بیوی اور بیٹی کے طور پر پہچان کو سماجی قید قرار دیا اور کہا کہ "عورت پیدا نہیں ہوتی، بلکہ بنائی جاتی ہے"۔ یہ تصور عورت کی فطری اور معاشرتی ذمہ داریوں سے انکار پر مبنی ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے، عورت کو خاندان کی بنیاد کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے، اور اس کے کردار کو تذلیل کے بجائے عظمت اور تقدس سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

"وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً"[39]

"اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون پاؤ، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کی۔"

اسلام نے عورت کی پہچان کو خاندان کے ساتھ مربوط کیا، مگر یہ ربط محبت، عزت اور توازن پر قائم ہے، نہ کہ غلامی یا تابع داری پر۔ فیمینزم کی انفرادی آزادی کا نظریہ اس روحانی و سماجی توازن کو منہدم کرتا ہے۔

فطری صنفی فرق کی نفی

فیمینزم کی تیسری فکری بنیاد صنفی مساوات کی انتہاپسندی ہے، جس کے تحت عورت اور مرد کے درمیان فطری، نفسیاتی اور حیاتیاتی فرق کو محض سماجی تشکیل (social construct) قرار دیا گیا۔ جوڈتھ بٹلر (Judith Butler) اور سیمون دی بووآر جیسے نظریہ سازوں کے مطابق جنس (gender) ایک سماجی فریب ہے جو طاقت کے ڈھانچوں نے پیدا کیا تاکہ عورت کو دبا کر رکھا جا سکے۔ اس سوچ نے بعد میں "Gender Fluidity" اور "Transgender Ideology" کی شکل اختیار کی۔ اسلام میں، مرد و عورت کے درمیان فرق کو فطرت کا تقاضا مانا گیا ہے۔ قرآن واضح طور پر فرماتا ہے: "وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنثَىٰ"[40] "اور لڑکا لڑکی کی مانند نہیں۔" یہ فرق کسی درجے یا قدر کی کمی یا زیادتی پر نہیں بلکہ کردار اور ذمہ داری کے توازن پر مبنی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق معاشرتی استحکام اسی وقت ممکن ہے جب ہر صنف اپنی فطری صلاحیتوں کے مطابق کردار ادا کرے۔ فیمینزم کے نظریات اس فطری ترتیب کو چیلنج کر کے معاشرتی توازن کو خطرے میں ڈال دیتے ہیں۔[41]

---

[38] Qur’an, Al-Dhariyat 51:56
[39] Qur’an, Al-Rum 30:21
[40] Qur’an, Al-Imran 3:36
[41] Abul A‘la Maududi, *Purdah and the Status of Woman in Islam*, Lahore: Islamic Publications, 1972, p. 87)

اسلام کا تصورِ عورت

اسلام میں عورت کی شخصیت کو مکمل اور متوازن طور پر پیش کیا گیا ہے۔ قرآن و سنت میں عورت کو نہ صرف مرد کے برابر عزت اور مقام دیا گیا ہے بلکہ اس کے روحانی، سماجی، اور معاشی حقوق بھی واضح طور پر مقرر کیے گئے ہیں۔ اسلام میں عورت کی پہچان صرف جسمانی یا سماجی حیثیت سے نہیں بلکہ روحانی اور اخلاقی کردار سے جڑی ہے۔

قرآن وسنت میں عورت کا مقام

قرآن کریم میں عورت کو مرد کے مقابل یا مخالف نہیں بلکہ مکمل انسان اور معاون فریق (complementary partner) کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً"[42] اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون پاؤ، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کی۔ "نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے بھی فرمایا: "خَيرُكُم خَيرُكُم لِأَهلِهِ، وَ أَنَا خَيرُكُم لِأَهلِي۔"[43] "تم میں سب سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے بہتر ہو، اور میں تم میں سب سے بہتر ہوں اپنے اہل کے ساتھ۔" یہ آیات اور احادیث ظاہر کرتی ہیں کہ اسلام میں عورت کو احترام، محبت، اور وقار کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

اسلام میں عورت کے حقوق اور ذمہ داریاں

اسلام عورت کو حقوق کے ساتھ ذمہ داریوں کا حامل بھی قرار دیتا ہے، تاکہ معاشرت میں توازن قائم رہے:

تعلیم کا حق:

قرآن اور سنت میں عورت کو علم حاصل کرنے کا مکمل حق حاصل ہے: "طلب العلم فريضة على كل مسلم"[44] "علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر واجب ہے۔"

اقتصادی حقوق:

اسلام عورت کو وراثت، جائیداد، اور تجارت کا حق دیتا ہے:

"للرجال نصيب مما اكتسبوا وللنساء نصيب مما اكتسبن"[45]

مرد و عورت دونوں کو اپنے محنت سے حاصل کردہ مال میں پورا حق ہے، بغیر کسی مردانہ اختیار یا ظلم کے۔

شادی اور نکاح میں رضامندی:

اسلام میں عورت کو شادی میں اپنی رائے دینے کا حق حاصل ہے اور اس کی مرضی کے بغیر نکاح نہیں کیا جا سکتا:

"لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَيْفَ إِذْنُهَا؟ قَالَ: أَنْ تَسْكُتَ"[46]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیوہ عورتٍ کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ لی جائے اور کنواری عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ مل جائے۔ صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! کنواری

[42] Qur'an, Al-Rum 30:21
[43] Al-Tirmidhi, *Sunan al-Tirmidhi*, Hadith no. 3895
[44] Ibn Majah, *Sunan Ibn Majah*, vol. 1, p. 151, Hadith no. 224
[45] Qur'an, Al-Nisa 4:32
[46] Al-Bukhari, *Sahih al-Bukhari*, Kitab al-Nikah, Hadith no. 5136

عورت اذن کیونکر دے گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ وہ خاموش رہ جائے۔ یہ خاموشی اس کا اذن سمجھی جائے گی۔

یہ اصول عورت کے جسم اور زندگی پر خود مختاری کی ضمانت فراہم کرتا ہے، مگر الٰہی حدود کے اندر۔

گھریلو اور سماجی ذمہ داریاں

اسلام عورت کو گھر، اولاد، اور خاندان میں کردار کی ذمہ داری دیتا ہے، لیکن یہ بوجھ یا غلامی نہیں بلکہ اعزاز اور ذمہ داری ہے:

"المرأة راعية على بيت زوجها وولده، وهي مسؤولة عنهم."[47]

روحانی، سماجی اور معاشی سطح پر برابری:

اسلام میں عورت اور مرد کی برابری صرف حقوقِ مساویہ تک محدود نہیں بلکہ روحانی اور اخلاقی میدان میں بھی ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

"مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً"[48]

"جو شخص نیک عمل کرے، خواہ مرد ہو یا عورت، اور ایمان والا ہو، اسے ہم نیک زندگی عطا کریں گے۔"

اسلام عورت کو نہ صرف روحانی فلاح دیتا ہے بلکہ معاشرتی اور اقتصادی سطح پر بھی حقوق، تحفظ اور عزت فراہم کرتا ہے۔ اس کے برعکس، مغربی فیمینزم عورت کو مرد کے مقابل کھڑا کرتا ہے، اسلام اسے مرد کے مکمل تکمیلی اور برابر فریق کے طور پر رکھتا ہے۔

اسلامی اور مغربی تصورِ آزادی میں بنیادی فرق

آزادی (Freedom) انسانی زندگی کے بنیادی تصورات میں سے ایک ہے، لیکن اسلامی اور مغربی نقطۂ نظر میں آزادی کی تشریح اور حدود مختلف ہیں۔ اسلام میں آزادی کا مقصد ذمہ داری، اخلاق، اور فطری توازن کے ساتھ زندگی گزارنا ہے، جبکہ مغربی فیمینزم اور جدیدیت میں آزادی کو عموماً حدود سے آزاد، انفرادی اور خود غرض قرار دیا جاتا ہے۔

آزادی بمقابلہ ذمہ داری

مغربی فیمینزم کے مطابق عورت کی آزادی کا مطلب ہے کہ وہ اپنی زندگی، جسم، اور انتخاب میں مکمل خود مختار ہو، بغیر کسی سماجی، اخلاقی یا مذہبی رکاوٹ کے John Stuart Mill لکھتے ہیں:

"The worth of a person is measured by the extent of his or her autonomy."[49]

اسی طرح فیمینزم کی مختلف لہریں عورت کو ہر طرح کے فیصلوں میں مرد کے مقابل مکمل آزاد تصور کرتی ہیں، چاہے وہ معاشرتی، جسمانی یا جنسی فیصلے ہوں۔ یہ آزادی انفرادی خود غرضی اور محدود اخلاقی پابندیوں سے آزاد قرار دی جاتی ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر میں آزادی ہمیشہ ذمہ داری اور حدود کے ساتھ آتی ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

"أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ"[50]

"کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا؟"

---

[47] Al-Bukhari, *Sahih al-Bukhari*, Hadith no. 5188
[48] Qur'an, Al-Nahl 16:97
[49] Mill, *On Liberty*, 1859
[50] Qur'an, Al-Jathiyah 45:23

اسلام میں حقیقی آزادی خالق کے احکام کے تابع ہونے اور فطری، سماجی و اخلاقی حدود کے احترام سے حاصل ہوتی ہے۔ آزادی کا مقصد انسان کی فلاح و بہبود، روحانی سکون اور معاشرتی توازن ہے، نہ کہ فقط خود غرضی یا ذاتی خواہش کی تکمیل۔

فطری حدود اور اخلاقی اقدار کا تصور

مغربی فیمینزم میں آزادی کو اکثر فطری حدود (Natural Limits) اور اخلاقی اقدار سے آزاد تصور کیا جاتا ہے۔ نسوانی تحریک عورت کو مرد کے مقابل کھڑا کر کے، جسمانی اور جنسی آزادی کو اہم ترین قرار دیتی ہے، اور اکثر مذہبی یا اخلاقی پابندیوں کو ظلم اور دباؤ سمجھتی ہے۔ Judith Butler کی Gender Theory میں یہ تصور واضح ہے کہ صنفی کردار (Gender Roles) محض سماجی تعینات ہیں، کوئی فطری یا اخلاقی جواز نہیں رکھتے۔

اسلام میں عورت اور مرد کی آزادی ہمیشہ فطری اور اخلاقی حدود کے اندر رہے۔ قرآن اور سنت میں مرد و عورت دونوں کے لیے واضح اصول اور ذمہ داریاں مقرر ہیں تاکہ معاشرتی استحکام، خاندانی توازن، اور اخلاقی اقدار برقرار رہیں: "**وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَى إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا**"[51] "زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، یہ بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے۔" یہ واضح کرتا ہے کہ اسلام میں آزادی کا مطلب ہر کام کرنے کی بے لگام چھوٹ نہیں بلکہ فطرت اور اخلاق کے مطابق صحیح انتخاب کرنے کی طاقت ہے۔

خاندانی نظام پر فیمینزم کے اثرات

نسوانی تحریک نے مغربی معاشرت میں عورت کی آزادی اور حقوق کے نظریے کو فروغ دیا، لیکن اس کے اثرات خاندانی نظام اور سماجی توازن پر گہرے اور اکثر منفی رہے ہیں۔

ازدواجی تعلقات میں کشیدگی

فیمینزم کے مطابق عورت اور مرد کے درمیان ہر شعبے میں مساوات ضروری ہے، اور عورت کو مرد کے برابر یا اس سے زیادہ خود مختاری حاصل ہونی چاہیے۔ اس سوچ نے ازدواجی تعلقات میں عدم توازن پیدا کیا۔ جہاں عورت کو مکمل آزادی دی گئی، وہاں مرد اور عورت کے کرداروں میں فرق کمزور ہوا، اور ازدواجی تعلقات میں اختلاف، طاقت کے تصادم، اور اعتماد کی کمی پیدا ہوئی۔ Betty Friedan اپنی کتاب The Feminine Mystique (1963) میں لکھتی ہیں:

> *“The suburban home, once the haven for women, became a prison, and the marital bond became a site of conflict over autonomy and power.”*[52]

اسلامی نقطۂ نظر میں ازدواجی تعلقات محبت، احترام، اور توازن پر مبنی ہیں۔ قرآن میں مرد اور عورت کو ایک دوسرے کے لیے سکون اور رحمت کا ذریعہ بنایا گیا ہے: "**وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً**"[53] اسلام میں ازدواجی تعلقات کا مقصد تنازعہ یا کشیدگی نہیں بلکہ تکمیلی تعاون ہے، جبکہ فیمینزم نے اس تعاون کو اکثر اختلاف اور مسابقت میں بدل دیا۔

---

[51] Qur’an, Al-Isra 17:32
[52] Friedan, Betty, *The Feminine Mystique*, 1963, p. 135
[53] Qur’an, Al-Rum 30:21

ماں، بیوی اور بیٹی کے کردار میں بگاڑ

فیمینزم نے عورت کی خاندانی شناخت ماں، بیوی، بیٹیکو سماجی دباؤ اور غلامی کا نتیجہ قرار دیا۔ اس نے عورت کو خاندان سے علیحدہ کر کے ایک انفرادی اور خود غرض ہستی کے طور پر پیش کیا، جس نے خاندانی کردار میں بگاڑ پیدا کیا۔ Simone de Beauvoir کے مطابق:

"One is not born, but rather becomes, a woman."[54]

یہ نظریہ عورت کے فطری، معاشرتی اور اخلاقی کردار کو مسترد کرتا ہے۔ اسلام میں عورت کا ماں، بیوی اور بیٹی کا کردار عزت، وقار اور ذمہ داری کے ساتھ منسلک ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "خَيرُكُم خَيرُكُم لِأَهلِهِ"[55] "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ سب سے بہتر ہو۔" اسلام عورت کے خاندانی کردار کو سماجی استحکام اور اخلاقی توازن کے لیے لازمی قرار دیتا ہے، جبکہ فیمینزم نے اسے ذاتی آزادی کے نام پر کمزور کیا۔

نکاح، وراثت اور عفت کے اصولوں پر حملہ

فیمینزم نے نکاح، وراثت اور عفت کے اسلامی اصولوں کو اکثر مردانہ غلبہ اور ظلم کے مترادف قرار دیا۔ عورت کے حق میں قانون سازی اور نظریاتی تشریح کے ذریعے، معاشرت میں رواجی اور اخلاقی حدود کمزور کیے گئے۔ اسلام میں نکاح، وراثت اور عفت کے اصول حقوق اور ذمہ داریوں کے متوازن نظام پر مبنی ہیں:

وراثت : قرآن میں ہر صنف کے لیے مقررہ حصہ:

"للرجال نصيب مما اكتسبوا وللنساء نصيب مما اكتسبن" [56]

عفت اور پردہ : معاشرتی تحفظ اور عفت کو برقرار رکھنے کے لیے:

"ولا تقربوا الزنا إنّه كان فاحشةً وساءَ سبيلًا" [57]

یہ اصول عورت کو محفوظ اور وقار مند زندگی فراہم کرتے ہیں، جبکہ فیمینزم نے ان حدود کو ظلم اور قید کے طور پر پیش کر کے سماجی توازن کو متاثر کیا۔

مسلم معاشروں میں فیمینزم کی فکری دراندازی

نسوانی تحریک نے صرف مغربی معاشروں تک محدود رہنے کی بجائے مسلم دنیا میں بھی اپنے اثرات قائم کیے ہیں۔ اس کا دائرہ کار میڈیا، این جی اوز، تعلیمی اداروں، اور بین الاقوامی تنظیموں کے ذریعے معاشرتی، ثقافتی اور مذہبی سطح تک پھیل گیا ہے۔ فیمینزم کی یہ دراندازی اکثر اسلامی شعارات کے لبادے میں کی جاتی ہے تاکہ اسے مقامی معاشرتی اقدار کے ساتھ ہم آہنگ دکھایا جاسکے، حالانکہ اس کے پس منظر میں مغربی سیاسی اور فکری مفادات کارفرما ہیں۔

میڈیا، این جی اوز اور تعلیمی اداروں کا کردار

میڈیا اور سوشل میڈیا نے فیمینزم کے نظریات کو مسلم معاشروں میں تیز رفتاری سے پھیلانے کا ایک اہم ذریعہ فراہم کیا۔ ٹی وی، اخبارات اور آن لائن پلیٹ فارمز پر نسوانی تحریک کے نعرے جیسے "My Body, My Choice" یا "Gender Equality" کو معاشرتی تبدیلی کے حقائق کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

[54] de Beauvoir, Simone, *The Second Sex*, 1949, p. 283
[55] Al-Tirmidhi, *Sunan al-Tirmidhi*, Hadith no. 3895
[56] Qur'an, Al-Nisa 4:32
[57] Qur'an, Al-Isra 17:32

این جی اوز (NGOs) اور بین الاقوامی فلاحی ادارے بھی نسوانی پروگراموں کے ذریعے خواتین کو معاشرتی اور قانونی آزادی کی طرف راغب کرتے ہیں۔ اکثر یہ پروگرام تعلیم، صحت اور حقوق نسواں کے عنوان سے شروع کیے جاتے ہیں، لیکن ان کے اندر مغربی فکری بیانیہ شامل ہوتا ہے جو اسلامی اور روایتی اقدار کے متضاد ہوتا ہے۔ تعلیمی اداروں میں بھی مغربی نصاب اور کتابیں نوجوان نسل کو فیمینزم کے نظریات سے روشناس کراتی ہیں، جس سے اسلامی خاندان، پردہ، اور صنفی حدود کی اہمیت کمزور پڑتی ہے۔[58]

اسلامی شعارات کے لبادے میں مغربی بیانیہ

فیمینزم کی مسلم دنیا میں دراندازی اکثر اسلامی شعارات کے لبادے میں کی جاتی ہے۔ مثلاً:

* خواتین کے حقوق کے عنوان پر پروگراموں اور ورکشاپس کو اسلامی اصلاحی مہم کے طور پر پیش کیا جاتا ہے،
* عورت کی تعلیم، ملازمت یا قانونی آزادی کے حق میں مغربی فکری نصاب پیش کیا جاتا ہے تاکہ اسے مقامی شعور کے لیے قابل قبول بنایا جاسکے،
* Gender Mainstreaming یا Equality in Shariah جیسے تصورات کو اسلامی حوالوں کے ساتھ پیش کر کے اصل مغربی مقصد کو چھپایا جاتا ہے۔

اس طریقہ کار سے نوجوان خواتین اور مرد دونوں میں یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ نسوانی تحریک اسلام کے مطابق ہے، حالانکہ اصل میں یہ مغربی سوچ، عالمی طاقت کے سیاسی مفادات، اور معاشرتی تبدیلی کے ایجنڈے پر مبنی ہے۔[59]

مغربی فیمینزم کی جدید شکلیں(Neo-Feminism)

نسوانی تحریک کی جدید شکلیں یا Neo-Feminism ، مغربی معاشروں میں ابھری ہیں اور یہ کلاسیکی فیمینزم کی بنیادوں کو مزید انتہائی لبرل اور سوشل میڈیا پر مبنی شکل میں لے گئی ہیں۔ اس تحریک نے عورت کی آزادی، مساوات اور خود مختاری کے نعرے کو عالمی سطح پر عام کرنے کے لیے جدید ٹیکنالوجی اور نظریاتی لبرل ازم کا استعمال کیا، جس کے نتیجے میں یہ تحریک مسلم معاشروں میں بھی اپنے اثرات چھوڑ رہی ہے۔

سوشل میڈیا ایکٹیوزم، لبرل ازم، اور "Gender Neutrality"

سوشل میڈیا ایکٹیوزم نے Neo-Feminism کو دنیا بھر میں پھیلانے کا مؤثر ذریعہ بنایا ہے۔ ہیش ٹیگز (#MeToo، #HeForShe، اور #MyBodyMyChoice) اور آن لائن کمپینز کے ذریعے نوجوان خواتین اور مردوں کو نسوانی حقوق اور جنسی آزادی کے جدید نظریات سے متعارف کرایا جاتا ہے۔ لبرل ازم (Liberalism) کی بنیاد پر یہ تحریک عورت کو مرد کے برابر یا مکمل آزاد تصور کرتی ہے، اور اس آزادی کو معاشرتی، جسمانی، اور جنسی انتخاب تک بڑھا دیتی ہے۔

Gender Neutrality اور Transgender Ideology کی ترویج، Neo-Feminism کا اہم جزو ہے، جو صنفی فرق (gender differences) کو سماجی تعینات اور غیر فطری قرار دیتی ہے۔ اس نظریے کے مطابق مرد و عورت کے کردار، جسمانی و نفسیاتی فرق، اور فطری ذمہ داریاں محض سماجی دباؤ کی پیداوار ہیں، جو ختم کی جاسکتی ہیں۔[60]

[58] Cooke, Miriam. *Women Claim Islam: Creating Islamic Feminism through Literature*. Routledge, 2001, p. 58
[59] Badran, Margot. *Feminism in Islam: Secular and Religious Convergences*. Oneworld Publications, 2009, p. 94
[60] Judith Butler, *Gender Trouble: Feminism and the Subversion of Identity*, Routledge, 1990, p. 23.

اسلامی اقدار کے خلاف نرم فکری جارحیت

Neo-Feminism کی خاص بات یہ ہے کہ یہ مخالفانہ اقدار کو براہ راست چیلنج کیے بغیر، نرم فکری جارحیت اختیار کرتی ہے۔ مغربی بیانیہ اسلامی معاشروں میں خواتین کے حقوق، تعلیم، کام، اور لباس کے نام پر پیش کیا جاتا ہے، تاکہ نوجوان نسل کے ذہنوں میں یہ تاثر پیدا ہو کہ یہ نظریات اسلام کے مطابق یا مقامی ثقافت کے حق میں ہیں۔

اس حکمت عملی کے ذریعے:

* پردہ اور حیا کے اسلامی اصولوں پر سوال اٹھائے جاتے ہیں،
* مرد و عورت کے درمیان فطری اور اخلاقی حدود کمزور کی جاتی ہیں،
* خاندان اور معاشرتی ڈھانچے میں تبدیلی کو خوش آئند یا ترقی کی علامت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے، یہ نرم جارحیت خطرناک ہے کیونکہ یہ روحانی، اخلاقی اور سماجی توازن کو متاثر کرتی ہے۔ قرآن اور سنت میں مرد و عورت کے تعلقات، پردہ، اور خاندان کے اصول فطرت، ذمہ داری اور توازن پر مبنی ہیں، جبکہ Neo-Feminism اس توازن کو انفرادی آزادی اور خود مختاری کے نام پر کمزور کرتی ہے۔[61]

قرآن وسنت کی روشنی میں عورت کی اصل آزادی

اسلام میں عورت کی آزادی کا تصور مغربی فیمینزم کے نظریات سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ اسلام عورت کو نہ صرف حقوق اور خود مختاری دیتا ہے بلکہ اسے عفت، حیا، عدل، ذمہ داری، اور سماجی تحفظ کے ساتھ متوازن زندگی گزارنے کی آزادی بھی فراہم کرتا ہے۔ قرآن و سنت میں عورت کی آزادی کو روحانی، اخلاقی اور سماجی حدود کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے تاکہ فرد اور معاشرت دونوں محفوظ رہیں۔

عفت، حیا اور عدل کے اصول

اسلام عورت کی آزادی کو عفت (Chastity)، حیا (Modesty)، اور عدل (Justice) کے اصولوں کے ساتھ جوڑتا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

"وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا"[62]

"اور مؤمن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنی زیورات کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہو جائے۔"

یہ آیت عورت کو خود مختار فیصلہ سازی کی آزادی دیتی ہے، لیکن اس آزادی کے ساتھ عفت اور حیا کے فطری حدود بھی طے کرتی ہے۔

اسلام میں عدل کا تصور بھی آزادی کے ساتھ جڑا ہے۔ مرد اور عورت دونوں کو اپنے حقوق اور ذمہ داریوں میں برابری اور انصاف کا حق حاصل ہے، مثلاً وراثت میں قرآن میں واضح حصہ مقرر کیا گیا ہے:

"للرجال نصيب مما اكتسبوا وللنساء نصيب مما اكتسبن"[63]

یہ عدل عورت کی حقیقی آزادی اور تحفظ کو یقینی بناتا ہے۔

---

[61] Badran, Margot. *Feminism in Islam: Secular and Religious Convergences*. Oneworld Publications, 2009, p. 112.
[62] Qur'an, Al-Nur 24:31
[63] Qur'an, Al-Nisa 4:32

ذمہ داری، وقار، اور سماجی تحفظ کا اسلامی تصور

اسلام عورت کی آزادی کو ذمہ داری، وقار، اور سماجی تحفظ کے اصولوں کے ساتھ منسلک کرتا ہے:

ذمہ داری:

اسلام میں آزادی کا مقصد خودغرضی یا بے لگام خواہش نہیں بلکہ خالق کے احکام کی پابندی اور فطری حدود کے مطابق کردار ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى أَهْلِ بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ، وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ، وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ، أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ[64]"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آگاہ ہو جاؤ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پس امام (امیر المؤمنین) لوگوں پر نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا اور عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کے بچوں کی نگہبان ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال ہوگا اور کسی شخص کا غلام اپنے سردار کے مال کا نگہبان ہے اور اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پرسش ہوگی۔" عورت بھی اپنے کردار اور عمل کی ذمہ دار ہے، اور اس کی آزادی اسی ذمہ داری کے ساتھ معنی رکھتی ہے۔

وقار:

اسلام عورت کی عزت اور وقار کو بنیاد بنا کر اس کی سماجی شناخت متعین کرتا ہے۔ حجاب، پردہ اور اخلاقی حدود خودمختاری کے رکاوٹ نہیں بلکہ وقار اور تحفظ کے اصول ہیں۔

سماجی تحفظ:

اسلام عورت کو خاندان، معاشرت اور مذہبی دائرے میں اس طرح آزادی دیتا ہے کہ معاشرتی توازن، عفت، اور تحفظ برقرار رہے۔ قرآن میں مرد اور عورت کو ایک دوسرے کے لیے رحمت اور سکون کا ذریعہ بنایا گیا ہے:

"وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً"[65]

یہ اصول مغربی فیمینزم کے انتہاپسند نظریات سے بالکل مختلف ہے، جو حدود اور ذمہ داری کے بغیر عورت کی آزادی کو فروغ دیتے ہیں۔

مسلم خواتین کے لیے متبادل فکری و تربیتی حکمتِ عملی

مسلم معاشروں میں فیمینزم کے نظریاتی اثرات کے پیشِ نظر ضروری ہے کہ متبادل فکری اور تربیتی حکمتِ عملی مرتب کی جائے جو اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر خواتین کو مضبوط، باہمت اور متوازن شخصیت کے حامل بنائے۔ یہ حکمت عملی نہ صرف فرد کی ترقی بلکہ معاشرتی استحکام اور اسلامی اقدار کے تحفظ کے لیے بھی اہم ہے۔

[64] Al-Bukhari, *Sahih al-Bukhari*, Hadith no. 7138
[65] Qur'an, Al-Rum 30:21

اسلامی تعلیمات پر مبنی نسوانی بیانیہ(Islamic Feminine Narrative)

اسلامی تعلیمات پر مبنی نسوانی بیانیہ (Islamic Feminine Narrative) خواتین کے لیے درج ذیل اصول فراہم کرتا ہے:

* **حقوق اور ذمہ داری کا توازن :** عورت کے حقوق کو واضح کیا گیا ہے، جیسے تعلیم، وراثت، نکاح میں رضا اور اقتصادی خود مختاری، جبکہ اس کے فطری، اخلاقی اور سماجی حدود بھی محفوظ رہیں۔
* **روحانی اور اخلاقی تربیت :** اسلام عورت کو روحانی اور اخلاقی میدان میں مضبوط کرتا ہے تاکہ وہ اپنے کردار اور فیصلوں میں حوصلہ، وقار، اور ذمہ داری کا مظاہرہ کرے۔
* **خاندانی اور سماجی کردار کی اہمیت :** عورت کو ماں، بیوی اور بیٹی کے فرائض اور مقام کا فہم فراہم کیا جائے تاکہ خاندان اور معاشرہ مضبوط رہیں۔

اسلامی نسوانی بیانیہ خواتین کو محدود آزادی یا غلامی کے بجائے مکمل خود مختاری فراہم کرتا ہے، جو عزت، وقار اور ذمہ داری کے ساتھ مشروط ہے۔

.2 کردار سازی، فکری تربیت اور علمی رہنمائی

مسلم خواتین کو فیمینزم کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے درج ذیل اقدامات ضروری ہیں:

کردار سازی:(Character Building)

* خواتین کو اسلامی کردار، اخلاق اور عفت کے اصولوں کے مطابق تربیت دی جائے۔
* نوجوان لڑکیوں کو عفت، حیا اور صبر جیسے اخلاقی اوصاف کی اہمیت سکھائی جائے تاکہ وہ سماجی دباؤ کے خلاف مضبوط رہیں۔

فکری تربیت:(Intellectual Development)

* قرآن و حدیث، اسلامی فقہ، اور اسلامی تاریخ کی تعلیمات کے ذریعے خواتین کو اسلامی فکری بنیاد فراہم کی جائے۔
* جدید مغربی نظریات اور نسوانی تحریک کے اثرات کا تجزیاتی جائزہ سکھایا جائے تاکہ وہ علمی سطح پر اپنے موقف کا دفاع کر سکیں۔

علمی رہنمائی:(Scholarly Guidance)

* خواتین کے لیے اسلامی علما، دانشور، اور ماہرین تعلیم کی رہنمائی دستیاب ہو تاکہ وہ سوالات اور مسائل میں درست فکری سمت حاصل کریں۔
* آن لائن اور آف لائن پلیٹ فارمز کے ذریعے نوجوان نسل کو اسلامی نسوانی فکر سے روشناس کروایا جائے۔[66]

خلاصہ بحث

جدیدیت نے مذہب سے آزادی کے نام پر انسانی عقل کو مرکز بنا کر دراصل انسان کو خدا کی جگہ پر لا بٹھایا۔ عقلیت نے وحی کو غیر منطقی قرار دیا، مادیت نے روح و آخرت کو انکار کر دیا، فردیت نے خاندان اور معاشرے سے الگ کر دیا اور خود مختاری نے انسان کو خود قانون ساز بنا دیا۔ نتیجتاً مغربی معاشرے میں ایمان کا زوال، خاندانی بکھراؤ، زنا، ہم جنس پرستی اور روحانی تنہائی عام ہو گئی۔ فیمینزم اسی فکری دھارے کی پیداوار ہے جو عورت کو مرد سے مطلق برابر قرار دے کر فطری توازن کو تباہ کر رہی ہے۔ سید قطبؒ نے اسے "جہالت جدیدہ" قرار دیا۔ اسلام اس کے برعکس عقل کو وحی کا تابع، آزادی کو بندگی کا نام اور معاشرت کو عدل و توازن پر قائم کرتا ہے۔ قرآن مجید بار بار یاد دلاتا ہے کہ اللہ کی یاد سے منہ موڑنے والے کی زندگی تنگ ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اصل آزادی و ترقی اللہ کی اطاعت میں ہے، نہ کہ اس سے بغاوت میں۔

---

[66] Cooke, Miriam. *Women Claim Islam: Creating Islamic Feminism through Literature*. Routledge, 2001, p. 76

تجاویز

نسوانی تحریک اور مغربی فیمینزم کے اثرات کے پیشِ نظر مسلم معاشروں میں درج ذیل تدابیر اور حکمت عملی تجویز کی جاتی ہیں تاکہ خواتین کی فکری، اخلاقی اور سماجی مضبوطی برقرار رہے:

اسلامی تعلیمات پر مبنی نصاب اور تربیتی پروگرامز

* تعلیمی اداروں میں اسلامی تعلیمات، قرآن وسنت، اور اسلامی فقہ کے مطابق نصاب تیار کیا جائے۔
* خواتین کو حقوق، ذمہ داری، اور اسلامی اخلاقیات کے ساتھ روشناس کرایا جائے تاکہ وہ فکری طور پر مضبوط ہوں۔

فکری بیداری اور شعور

* نوجوان خواتین اور مردوں میں نسوانی تحریک اور Neo-Feminism کے نظریات کے علمی وتنقیدی تجزیہ کے ذریعے شعور پیدا کیا جائے۔
* مقامی ثقافت اور اسلامی اصولوں کے مطابق عورت کے کردار کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے۔

اسلامی نسوانی بیانیہ کی ترویج

* سوشل میڈیا، ورکشاپس، سیمینارز اور تعلیمی پروگراموں کے ذریعے **اسلامی Feminine Narrative** کو فروغ دیا جائے۔
* عورت کے خاندانی، سماجی اور اقتصادی کردار کو اسلامی اصولوں کے مطابق مضبوط کرنے کے لیے تربیت دی جائے۔

کردار سازی اور فکری تربیت

* خواتین کی اخلاقی، روحانی اور سماجی تربیت کی جائے تاکہ وہ عفت، حیا، اور ذمہ داری کے اصول اپنائیں۔
* علمی رہنمائی کے ذریعے فیمینزم کے مغربی اثرات کا مؤثر اور مستند دفاع سکھایا جائے۔

خاندانی نظام اور سماجی حدود کا تحفظ

* خاندان میں عورت کے کردار، ازدواجی تعلقات اور والدین وبچوں کے تعلقات کو مضبوط بنایا جائے۔
* عفت، پردہ، اور اخلاقی حدود کی اہمیت کو عام کرنے کے لیے معاشرتی مہمات اور تعلیم کو فروغ دیا جائے۔

علما اور ماہرین کی رہنمائی

* مسلم خواتین کے لیے اسلامی علما، دانشور، اور ماہرین تعلیم کی رہنمائی دستیاب ہو تاکہ وہ اپنے حقوق اور فطری حدود کے بارے میں درست فیصلے کر سکیں۔

تنقیدی مطالعہ اور علمی مزاحمت

* مغربی فیمینزم، Neo-Feminism اور بین الاقوامی این جی اوز کے اثرات کا تنقیدی اور تحقیقی مطالعہ کروایا جائے۔
* نوجوان نسل کو علمی اور عملی میدان میں مضبوط بنایا جائے تاکہ اسلامی اقدار کے خلاف کسی بھی فکری جارحیت کا مقابلہ ہو سکے۔

معاشرتی واقتصادی حمایت

* عورت کی تعلیم، ملازمت، اور کاروباری سرگرمیوں میں اسلامی اصولوں کے مطابق حمایت فراہم کی جائے۔
* معاشرتی اور اقتصادی مواقع میں توازن پیدا کیا جائے تاکہ عورت خود مختار اور محفوظ زندگی گزار سکے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography / کتابیات

* Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ (Ṣaḥīḥ al-Bukhārī).
* Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā. al-Jāmiʿ al-Kabīr (Sunan al-Tirmidhī).
* Ibn Mājah. Sunan Ibn Mājah.
* Books and Academic Works
* Badran, Margot. Feminism in Islam: Secular and Religious Convergences. London: Oneworld Publications, 2009.
* Beauvoir, Simone de. The Second Sex. 1949.
* Burckhardt, Jacob. The Civilization of the Renaissance in Italy. New York: Modern Library, 1860.
* Butler, Judith. Gender Trouble: Feminism and the Subversion of Identity. New York: Routledge, 1990.
* Comte, Auguste. Cours de Philosophie Positive. Paris: Bachelier, 1830.
* Cooke, Miriam. Women Claim Islam: Creating Islamic Feminism through Literature. New York: Routledge, 2001.
* Descartes, René. Discourse on the Method. London: Penguin Classics, 1637.
* Descartes, René. Meditations on First Philosophy. Cambridge: Cambridge University Press, 1641.
* Eisenstein, Zillah R. Capitalist Patriarchy and the Case for Socialist Feminism. 1979.
* Friedan, Betty. The Feminine Mystique. 1963.
* Hartmann, Heidi. “The Unhappy Marriage of Marxism and Feminism.” 1979.
* Hume, David. The Natural History of Religion. London: John Noon, 1757.
* Kant, Immanuel. Critique of Practical Reason. Cambridge: Cambridge University Press, 1788.
* Kant, Immanuel. Groundwork of the Metaphysics of Morals. Cambridge: Cambridge University Press, 1785.
* Lasch, Christopher. The Culture of Narcissism. 1979.
* Machiavelli, Niccolò. The Prince. Translated by George Bull. London: Penguin Books, 1532.
* Marx, Karl. A Contribution to the Critique of Political Economy. Moscow: Progress Publishers, 1859.
* Mawdūdī, Abū al-Aʿlā. Purdah and the Status of Woman in Islam. Lāhawr: Islamic Publications, 1972.
* Mill, John Stuart. On Liberty. 1859.
* Mill, John Stuart. The Subjection of Women. 1869.
* Millett, Kate. Sexual Politics. 1970.
* Quṭb, Sayyid. Milestones. Cairo: Dār al-Shurūq, 1964.
* Rousseau, Jean-Jacques. The Social Contract. London: Penguin Classics, 1762.
* Taylor, Charles. A Secular Age. Cambridge, MA: Harvard University Press, 2007.
* Wollstonecraft, Mary. A Vindication of the Rights of Woman. 1792.